سالانہ قیمت تین روپیہ آٹھ آنہ (عہ ۳)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۹

# نورافشاں

پروفیسر محمد اسمٰعیل صاحب ایم اے
پادری غلام مسیح صاحب } ایڈیٹرز
مینو منزل وارث روڈ لاہور
پادری ڈبلیو۔ جے کلارک صاحب
ایم ۔ اے (ایمپرس روڈ۔ لاہور) منیجر

جملہ خط وکتابت و ترسیل زر
بنام منیجر صاحب ہونا چاہئے
اور مضامین واشتہارات وغیرہ
برائے اندراج بنام ایڈیٹرز
ارسال فرماکر ممنون فرمائیں ؂

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آ کے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے

| جلد ۵۲ | ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے۔ یکم اگست ۱۹۲۴ء | نمبر ۳۱ |
|---|---|---|

## مذہب اور سائنس

نمبر چہارم

### فضیلت مذہب الٰہی

(از قلم ڈاکٹر مولوی حشمت اللہ۔ لودھیانوی)

سر ڈاکٹر الفریڈ رسل والس صاحب اپنی معرکتہ الآرا کتاب ونڈرفل سنچری میں لکھتے ہیں کہ آفرینش عالم کے متعلق ہمارے تمام قیاسات وخیالات کی طرح عظیم الشان سحابی مسئلہ بھی ہمیں ایک قدم پیچھے ہٹاکر ایک ایسی حالت میں چھوڑ جاتا ہو کہ ہم اس عظیم اور ناقابل حل مسئلہ کو سمجھنے کے بالکل ناقابل رہ جاتے ہیں۔ کیونکہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سحابی مادہ (نیبولا) کا عظیم الشان ذخیرہ کہاں سے آیا؟ اس کی پہلی حالت کیا تھی؟ کس طرح مادہ نے جو اول ہی اول ضبابۃ النجوم کی صورت میں تھا۔ ان صورتوں کو اختیار کیا کہ جس میں وہ بشکل عناصر آتا ہے۔ اگر ہم یہ بھی تصور کرلیں کہ اس عالم کی ابتدا سالمات (ایٹمز) سے ہوئی ہے تو اس صورت میں بھی یہ مسئلہ تکوین عالم بدستور ناقابل حل رہیگا۔ کیونکہ پھر سوالات کا ایک ایسا سلسلہ شروع ہوجائیگا کہ جس کا جواب دینا اور بھی مشکل ہے۔ اس صورت میں ہم یہ جاننے کی خواہش کرینگے کہ اُن طاقتوں کی ابتدا کہاں سے ہوئی۔ کہ جنہوں نے اجزائے دیمقراطیسی یعنی سالمات کو مادہ اور پس ازاں کائنات کی صورت دی؟ دو اجسام کو ایک دوسرے سے وصل کرنے والی سادہ ترین قوت جاذب اشتنات کہاں سے آئی؟ کیمیائی طاقتیں کہاں سے پیدا ہوئیں؟ محیط عالم برقی طاقتیں کہاں سے آئیں؟ اور جو سوال سب سے زیادہ پراسرار ہے وہ یہ ہے کہ کشش کی نہ ختم ہونے والی اور غیر مبدل طاقت جو اس عالم کی ترقی کی اساس ہے کہاں سے آئی؟ ان مسائل کے علاوہ ایسے ہی ضروری اور ناقابل حل مسائل ایتھر کے متعلق ہیں۔ ایتھر کیا ہو؟ اور مادہ سے اُس کا کیا تعلق ہے؟ اور کون سی طاقتیں ہیں جو ایتھر کو متحرک کرتی ہیں اور حرارت۔ روشنی یا برقی طاقت کی صورت میں اُس بے انتہا ترمیم کا منبع بناتی ہیں۔ جو تمام منتظم جاندار صورتوں کی ترقی کو ممکن بناسکتی ہو؟

ان تمام سوالات کا کوئی معین جواب نہیں دیا جاسکتا۔ اور شائد کبھی بھی اطمینان بخش جواب نہ دیا جاسکیگا۔ ہمیں صرف اسی پر اکتفا کرنا پڑتا ہے کہ عالم ظاہری کی اُس صورت کے متعلق کوئی خاص واقفیت حاصل کریں۔ جبکہ وہ موجودہ حالت سے پیشتر کسی خاص حالت میں تھا اور ساتھ ہی یہ امر بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ آفرینش عالم کا مسئلہ فہم وادراک انسانی سے قطعی بعید ہے۔ انیسویں صدی کے سب سے بڑے تھنکر ہربرٹ سپنسر کا نکالا ہوا آخری نتیجہ یہ ہے کہ اس عالم اور اُس کے تمام قوانین کے متعلق ہمیں جو کچھ معلوم ہے وہ ہمیں اس بات کے سمجھ لینے پر مجبور کرتا ہو کہ ایک ناقابل تحقیق طاقت کا اظہار ان تمام مظاہرات کے اندر سے ہوتا ہے" ختم کلامہ

پروفیسر ٹنڈل کہتا ہے کہ میرا خیال ہے کہ میں سائنس کی حقیقتوں کی نسبت بہت کچھ جانتا ہوں۔ لیکن بہت سے سائنسدان بتاتے ہیں کہ ہمارے تمام علوم دھوکہ ہیں۔ میرا ایک دوست جو کہ ایک بڑا نامور اور اشہر سائنسدان ہے کہتا ہو کہ جس قدر آدمی علوم میں ترقی کرتا ہے اسی قدر زیادہ اپنی لاعلمی اور جہالت کو

محسوس کرنے لگتا ہے۔ جس قدر ہم علم کے پہاڑ کی بلندی پر چڑھتے جاتے ہیں اسی قدر زیادہ صفائی سے نہایت وسیع میدان اور بلند چوٹیاں دیکھتے ہیں جن پر پہنچنا ہنوز باقی ہے۔ فی الحال جو کچھ سائنس سکھا رہی ہے اُس سے ہم کو کوئی ایسی پختہ اور بنیادی بات نہیں ملتی جس پر ہم عمارت قائم کریں۔ سائنس کے بارہ میں ایک پُشت کے خیالات اور معتقدات کو دوسری پُشت رد کر دیتی ہے۔ جن باتوں کو ہم علمی حقائق کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔ وہ اکثر ہمارے آباؤ اجداد کے زمانہ کے علمی حقائق کی تردید کرتی ہیں اُن حقائق سے وہ لوگ جن نتائج پر پہنچے ہم کو اُن کی تردید کرنا ہے اسی طرح سے ممکن ہو کہ آئندہ کے لوگ ہمارے علمی حقائق اور اُن نتائج کی جو ہم ان حقائق سے خدا کی شخصی حیثیت کی بابت نکالتے ہیں تردید کریں۔ پس سائنس ان نے ہم کو صرف ایک دشوار گزار وادی کے کنارے پر پہنچایا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سا علم ہنوز باقی ہے۔ لیکن سائنس کے وسیلہ سے ہم اس کو دریافت یا حاصل نہیں کر سکتے ہیں"۔ تمہ کلامہ

پھر ایک اور مشہور سائنسدان لارڈ کیلون نے گذشتہ صدی کے خاتمہ پر سائنس کی صدسالہ ترقی کا بیان کرتے وقت فرمایا کہ "جو کچھ ہم نے سیکھا ہے اس سے بڑھ کر حیرت خیز وہ علم ہے جو ہم نے اب تک حاصل نہیں کیا اور جس کے وجود پر ہمارا موجودہ علم دلالت کرتا ہو۔ یہ عام تجربے کی بات ہے کہ جس قدر ہم اپنی زندگی میں قدم بہ قدم علم میں ترقی کرتے ہیں اسی قدر ہم کو معلوم ہوتا جاتا ہے کہ اور بہت کچھ سیکھنا باقی ہے۔ جس قدر آدمی علم کے پہاڑ کی بلندی پر پہنچتا ہے اسی قدر اس کو نامعلوم علوم کے وسیع میدان صفائی سے نظر آنے لگتے ہیں۔ اگر اس صدی میں سائنس کی معلومات میں متواتر ترقی ہو رہی ہے تو گمان غالب ہے کہ اس صدی کے اختتام پر کوئی سائنس دان نامعلوم علوم کے وسیع تر میدانوں کی طرف ہم کو متوجہ کریگا۔ جو ہماری ترقی کے سبب سے نظر آنے لگینگے"۔ تمہ کلامہ

پروفیسر سوورٹ صاحب متعلقہ ٹوبنجن یونیورسٹی (جرمنی) لکھتے ہیں کہ "کیمسٹری کے وسیلے سے ہزارہا چیزیں بنائی جاتی ہیں۔ مگر ایک شے بھی ایسی تیار نہیں ہو سکی کہ جس کے اندر جان ہو۔ یہ ایک راز سربستہ ہے۔ جس کے انکشاف میں سائنس بھی ناچار اور عاجز ہے"۔ تمہ کلامہ۔

## خداوند مسیح کا رفعِ جسمانی

ہمارے خداوند مسیح کے رفعِ جسمانی پر بعض غیر مسیحیوں نے اعتراضات کئے ہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں "نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرہ زمہریر تک بھی پہنچ جائے"۔ (ازالۃ الاوہام صفحہ ۴۷) اسی طرح صاحب ستیارتھ پرکاش تیرھویں سملاس میں فرماتے ہیں "یہ بات بھی قابلِ تسلیم نہیں ہو۔ کیونکہ خلافِ علم اور خلافِ قانونِ قدرت ہو۔ ۔ ۔ کیا وہ اسی جسم سے آسمان پر گیا اور جی اُٹھا ۔ ۔ ۔ اگر یہ سچ ہے تو آجکل مُردے ۔ ۔ ۔ اسی جسم سے آسمان کو کیوں نہیں جاتے"۔ صفحہ ۶۴۸ دیگر معترض بھی جو ان اصحاب کے خوشہ چین ہیں دوسرے الفاظ میں یہی اعتراض کیا کرتے ہیں۔

اہلِ اسلام اور مسیحی دونوں خداوند کے رفعِ جسمانی کے قائل ہیں۔ چنانچہ قرآن شریف میں سورہ آلِ عمران میں وارد ہوا ہے اذ قال اللہ یعیسٰے انی متوفیک ورافعک الیّ (۶ع) یعنی جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ تحقیق میں لینے والا ہوں تجھ کو اور اُٹھانے والا تجھ کو طرف اپنے"۔ اور سورہ نساء ۲۲ع میں ہے بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیما۔ "اٹھا لیا اس (مسیح) کو طرف اپنے اور اللہ ہے غالب حکمت والا" لیکن مرزا صاحب (خدا اُن کو بخشے) خدا کی "حکمت" کو چھوڑ "نئے اور پُرانے فلسفہ" اور حکمت سے رفعِ جسمانی کو محال ثابت کرنا چاہتے ہیں لیکن قرآن شریف فرماتا ہے کہ "اللہ ہے غالب حکمت والا" اور انشاء اللہ اس مضمون میں ہم ثابت کر دینگے کہ اللہ ہی کی حکمت غالب ہو اور مرزا صاحب کا "نیا اور پُرانا فلسفہ" اور حکمت غلط ہو اور اسی طرح صاحب ستیارتھ پرکاش جو اس امر کو "خلافِ علم اور خلافِ قانونِ قدرت" قرار دیتے ہیں سخت غلطی میں مبتلا تھے۔ وجود یا ہستی دو قسم کی ہے۔ ایک مادی جس کا تعلق ہمارے حواس کے ساتھ ہے اور دوسری غیر مادی جو غیر مرئی ہو مادی اشیا ہم دیکھ سکتے ہیں چھو سکتے ہیں۔ ان کا تجربہ ہم اپنے حواس کے ذریعہ کرتے ہیں اور یہ مادی اشیا اپنے اپنے قوانین کے تابع ہوتی ہوتی ہیں غیر مادی اشیا کا تعلق ہمارے حواس کے ساتھ نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ اُن قوانین کے تابع ہوتی ہیں جو مادی اشیا پر حاوی ہوتے ہیں۔ مادی اشیا اور مادی وجود کے قوانین کا اطلاق غیر مادی وجود پر نہیں ہو سکتا۔ ان غیر مادی اور روحانی وجودوں کے قوانین علیحدہ اور مختلف ہوتے ہیں اور ان قوانین کا اطلاق بھی مادی اشیاء پر نہیں ہوتا۔ جس طرح غیر مادی اور روحانی وجود مادی اشیاء کے قوانین کے ماتحت نہیں ہوتے اسی طرح مادی وجود روحانی قوانین کے ماتحت نہیں ہوتے مادی چیزیں اپنے قوانین کے تابع ہیں اور غیر مادی اور روحانی چیزیں اپنے قوانین کے تابع ہیں۔ ہمارے



# نورافشان

مطبوعہ یکم اگست ۱۹۲۴ء

## ایک نظر ادھر بھی

نمبر ۲۸ میں ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کا مضمون مذہب اور سائنس درج ہو چکا ہے۔ یہ مضمون ناظرین کرام کی خاص توجہ کا محتاج ہے۔ بتیس سالوں سے یہ نورافشاں میں نکل رہا ہے اور ہر معنا میں اچھوت اور مکمل اور اردو خواں اصحاب کے لئے ضروری ہے۔ اس میں اعلیٰ علمی معلومات کے نتائج مرتب کئے جا رہے ہیں جن سے ہر ایک مسیحی کو عموماً اور ہر ایک بشر و مناد کو خصوصاً واسطہ پڑتا ہے۔ ہماری دلی تمنا ہے کہ ناظرین کرام ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کو مجبور کریں کہ آپ اپنی قیمتی معلومات کو کتابی لباس پہنائیں۔ تاکہ آپ کی محنت سے مسیحی اور غیر مسیحی پبلک زیادہ فائدہ اٹھائے۔

**فتح بالفتور** کے عنوان کے ماتحت ناظرین کرام مدراس میں ڈاکٹر زویمر کے لیکچروں کی مختصر کیفیت ملاحظہ فرمائینگے اس کی بابت ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسیحیوں کے مقابل تمام ہندوستان میں ہمارے مسلم بھائیوں کا طرز عمل یکساں قابل افسوس ہے۔ برادران اسلام و اسلام و مسلمانی کے مدعی ہو کر مسیحیت کی حقیقت سے بے خبر ہو کر جو کچھ مسیحیت کے خلاف کرتے ہیں وہ تو ایک حد تک قابل افسوس عمل ہے ہی۔ پر وہ جب مسیحیت اور مسیحیوں کے مقابل اپنے اسلام و مسلمانی کو بالائے طاق رکھ کر مسیحیوں کا مقابلہ کرتے ہیں تو اُن کا یہ طرز عمل نہ صرف مسیحیوں کے لئے بلکہ اسلام و مسلمانی کے دوستوں کے لئے بھی سخت ناگوار ہے۔

اگر اسلام دانی کے مدعی اپنے مواقع پر مسیحیوں سے مباہلہ پر اُتر آئیں تو اس کے معنے لاجواب ہونے کے سوا دوسرے نہیں لئے جا سکتے ہیں۔ جس سے یہ نتیجہ بھی نکل سکتا ہے کہ گو برادران اسلام میں علم و فضل کے دھنی بہت اصحاب موجود ہیں۔ مگر علم الاسلام کے ماہرین میں عنقا صفت ہیں۔

**اسی نمبر میں** مولنا مولوی سلطان محمد پال صاحب بھی ناظرین کرام سے کچھ کلام کرنے والے ہیں۔ آپ کا مضمون "مہاتما گاندھی اور آریہ سماجی" مہاتما جی نے جو کچھ آریہ سماج اور ستیارتھ پرکاش اور سوامی دیانند کی بابت اپنی رائے ظاہر کی تھی۔ آپ نے زوردار الفاظ میں اس کی اسلئے تائید و تصدیق کی ہے کہ مہاتما گاندھی کی رائے حقیقت پر مبنی ہے اور مسیحیوں کی رائے سے اتفاق رکھتی ہے۔ آریہ دوستوں سے امید کی جاتی ہے کہ وہ مہاتما گاندھی کی رائے کی تردید و تکذیب کر کے دکھائینگے۔ جواب مہذبانہ اور موزوں ہونا چاہیئے۔ فتوے دینے سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔

**تحریف قرآن** اور مولوی ثنا اللہ صاحب کے عنوان کا ایک اور مضمون ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے جو نہایت پُر لطف ہے۔ جہانتک ہم نے اس مضمون کو سمجھا ہے وہانتک یہی بات معلوم ہوئی ہے کہ ہمارے شیر پنجاب اپنے خود ساختہ پنجرے میں پھنس گئے ہیں گو اس بات کو ہم جانتے ہیں کہ اس سے نکلنا محال ہے پر آپ چھلانگیں مارنے سے کبھی نہ رُکینگے۔ اگر مولنا ہم سے دریافت کریں تو ہم آپ کو یہی صلاح دینگے کہ جو کچھ آپ قرآن کی تحریف کی بابت فرما چکے ہیں دلیری سے اسی پر قائم رہنے کی کوشش کریں۔ یہ صاف گوئی آپ کو پہلے سے زیادہ دلیر شیر بنا دے گی۔

## فتح بالفتور

مروجہ مسلمانی کی شان و شوکت اور اُس کی عزت افزائی اسی میں ہے کہ وہ اپنی کسی بات کو مخالف کے سامنے ہیٹی نہ ہونے دے۔ حتی کہ اپنی معمولی رفتار کو بھی بدلکر خاص کر اہل کتاب کے سامنے ٹیڑھی کرے۔ اور اگر اکڑبازی سے شک چال چلے۔ ہم تو عمر بھر یہی سنتے رہے کہ عیسائیوں کا بڑے سے بڑا لاٹ پادری بھی مسلمانوں کے ایک جاہل بچے کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ دینی مباحثہ میں عیسائی مسلمانوں سے کبھی بازی نہ لے گئے۔ اور ان باتوں کا تجربہ بیسیوں مرتبہ ہم کو خود بھی حاصل ہو چکا ہے ہر دینی مباحثہ کے آخر میں مسلمانوں کے منہ سے ہم کو یہی سننا پڑا۔ جاہل۔ ضدی۔ کافر۔ دین فروش دنیا طلب بے ایمان ہماری بات کو مانتا ہی نہیں ہے وغیرہ وغیرہ پس یہی وجہ ہے کہ عیسائی مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے میں اپنے تجربہ سے کہہ سکتا ہوں کہ جب کوئی مسلمان عیسویت کی بابت تحریر یا تقریر کرتا ہے تو قبل اس کے کہ وہ اپنی قلم یا زبان کو کام میں لائے غصہ اور غضب سے بھر جاتا ہے۔ اس لئے وہ کیر جس کو کھیر پکانا چاہتا ہے دلیا بنجاتا ہے اور یوں اُن کا غصہ و غضب دانائی اور بردباری پر فتح کا دامناں سجا دیتا ہے اور یہ ایک ایسا صیقل ازدار ہے جس کا وار کبھی خالی نہ گیا اور مسلمان اس فن میں آزمودہ کار ہیں ہیں اسی طرح وہ لوگ عیسائیوں پر فتح پاتے رہے اور پاتے رہینگے۔

ایک تازہ واقعہ۔ تاریخ ۱۰ جولائی کو مشہور و معروف جناب ڈاکٹر زویمر صاحب مدراس میں تشریف لائے ہر چند عیسائی جو ڈاکٹر صاحب کا کلام سننے کے مشتاق تھے ایک دن پہلے ہی مدراس میں حاضر ہو گئے۔ تاریخ ۱۱ جولائی کو شام کے پانچ بجے مسلمانوں کے اصرار سے ایک خاص مجلس مسلمانوں کے لئے قرار دی گئی اور

مسلمانوں کی طرف سے جناب مولانا مولوی نوازش حسین صاحب جواب دہ تھے۔ آپ رئیس حیدرآباد دکن حال وارد مدراس ہیں۔ تقریباً پندرہ سال سے راقم مضمون ہذا کو آپ کی ملاقات کا فخر حاصل ہے۔ حیدرآباد کی ملاقات سے مجھ کو معلوم تھا کہ آپ کو مذہبی باتوں سے خاص دلچسپی ہے۔ مگر اب جبکہ ایک مدت کے بعد مدراس میں آپ کی ملاقات ہوئی تو اُس وقت آپ بالکل دین محمدی میں رنگے ہوئے تھے۔ گویا دنیا کے دست بردار اور اشاعت دین محمدی اپنی زندگی کا مدعا قرار دئے ہوئے تھے۔ لہٰذا میں خوش تھا کہ ایسے بزرگ دیندار علم دوست کی گفتگو سننے کا موقعہ ملیگا۔ غرض ۱۲ تاریخ آن پہنچی اور شام کے ۵ بجے گفتگو شروع ہوئی۔ بہت سے مسلمان جمع تھے اور میر مجلس بھی ایک معزز مسلمان صاحب تھے۔ ڈاکٹر زویمر ... نے خداوند مسیح کی صلیبی موت اور تیسرے دن مُردوں میں سے جی اُٹھنیکا دعوے قائم کیا اور گنہگاروں کا کفارہ اسی صلیبی موت کا نتیجہ قرار دیا اور اپنے اس دعوے کا اثبات کتب مقدسہ سابقہ تاریخ قدیمہ اور اقوال و روایات بزرگان دین یہود اور یونان کو پیش کیا۔ اور آخر میں قرآن کی ایک آیت مصلوب کی نفی میں ما قتلوہ وما صلبوہ بیان کی اور تین آیات قرآنی سے اثبات کیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب کی باتیں بالکل صاف اور بہت ہی کھلی ہوئی سلیس شستہ انگریزی میں تھیں جنکے سمجھنے میں کم لیاقت بھی غلطی نہیں کھا سکتا تھا۔ بیان کے بعد آپ نے مسلمانوں کو مخاطب کرکے فرمایا کہ آپ لوگوں کو میری ان باتوں میں کوئی شک و شبہ ہو تو مہربانی سے دریافت فرمائیں۔

تب مولانا نوازش حسین صاحب ... میں آکر جھومنے لگے۔ آپ کے چہرے کا رنگ بالکل بدلا ہوا تھا اور آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں لہٰذا آپ کے ہر ایک انداز سے صاف صاف ظاہر تھا کہ غیظ اور غضب آپ کے تمام وجود پر حکمرانی کر رہا ہے۔ اب یہ بات جلد سمجھ میں آجاتی ہے کہ ایسی غضبناک حالت میں کوئی شخص چاہے کیسا ہی زبردست متکلم ہو صحت سے کلام نہیں کرسکتا۔ ایسے جوش و خروش میں آپ نے مسلمانوں کو مخاطب کرکے فرمایا۔ اس ڈاکٹر صاحب نے دو روز پیشتر کہا تھا کہ قرآن جھوٹا ہے اور محمد گنہگار تھا میں نہیں جانتا کہ اس وقت سامعین کے دل پر کیا صدمہ گذرا ہوگا۔ کیونکہ ایک جملہ مدراس بھر میں آگ لگانے کو کافی سے زیادہ تھا۔ انتظام سخت تھا اور مخاطب انگریز۔ ورنہ اگر کوئی مسلمان ہوتا تو شاید فوراً ہی ریزہ ریزہ ٹکڑے اُڑا دئیے جاتے۔ ہم ان معزز مسلمین کی تعریف کرتے ہیں اور شکر گذار ہیں کہ اُنہوں نے بڑی خاموشی سے اس کو سنا۔ میں عرض کرچکا ہوں کہ ہم لوگ مدراس کو اسی مقصد کے لئے گئے تھے۔ لہٰذا کوئی میٹنگ نہ تھی جس میں ہم سب سے پہلے حاضر نہ ہوتے ہوں اور میں تو ہمیشہ اسی کوشش میں رہتا تھا کہ جہانتک ہوسکے ڈاکٹر صاحب کے نزدیک جا بیٹھوں اور ایسا ہی ہوتا رہا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ڈاکٹر زویمر صاحب ایک مدت تک عرب اور مصر میں رہے اور انہی لوگوں سے عربی سیکھے اور عربی دان ہوئے۔ تو جو شخص بیس سال سے زیادہ مسلمانوں میں رہ چکا ہو تو وہ مسلمانوں کی راہ و رسم اور اُن کے دینی جوش و خروش سے اس قدر ناواقف رہ سکتا ہے کہ ایسی بیہودہ بات اُس کے منہ سے نکلتی دو روز کے پہلے آپ کا بیان یہ تھا کہ ہم عیسائی لوگ بموجب کتب مقدسہ خداوند یسوع مسیح کو معصوم مطلق مانتے ہیں اور باقی نبیوں نے اپنا اپنا حال خود بیان کیا ہے۔ ویسا ہی محمد صاحب کی بابت قرآن بیان کرتا ہے۔ ووجدك ضالا فهدى۔ میں ان باتوں کی بابت اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ لہٰذا قرآن پڑھنے والے اپنے لئے خود فیصلہ کرسکتے ہیں۔ پس یہ تھے ڈاکٹر زویمر صاحب کے الفاظ جنکو مولوی نوازش حسین صاحب نے ایک نفرت انگیز دروغگوئی میں ادا کیا۔

مولانا نوازش حسین صاحب میرا دوست ہے جس کو پندرہ سال سے میں بڑی عزت اور توقیر سے دیکھتا رہا جسکی معزز صورت ہمیشہ میری نظر میں باوقار رہی اور جس کے ایک ایک لفظ کو میں نے کبھی زمین پر نہ گرنے دیا۔ ہاں میرا معزز دوست جسکی تعظیم و تکریم ہر وقت میرے مد نظر رہی۔ اُسکی صورت جس وقت یہ الفاظ اس کے منہ سے نکل رہے تھے جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہو ایسی بھیانک ڈراؤنی اور خوفناک میری آنکھوں کے سامنے تھی جس کا نقشہ ایک مدت تک میرے دل سے زائل نہ ہوگا۔ افسوس ایسا نالائق جھوٹھ۔ ایسا عظیم بہتان۔ ایسا فتنہ انگیز شرارہ ایک بزرگ صورت شریف مسلمان کے منہ سے نکلا اُس پر جتنا افسوس کیا جائے تھوڑا ہے۔

اس وقت مولوی نوازش حسین صاحب کی تقریر کا سلسلہ بالکل بے ترتیب اور شکستہ ہو چکا تھا۔ آخر آپ نے بڑے جوش سے ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں اپنے کلام کو یوں ختم کیا۔ ہمارے نبی صلعم نے کافروں کے ساتھ مباہلہ کیا تھا۔ اس لئے میں بھی مباہلہ کو تیار ہوں اب ڈاکٹر صاحب میرے مقابلہ میں آئے اور ہم دونوں ایک دوسرے پر لعنت کریں۔

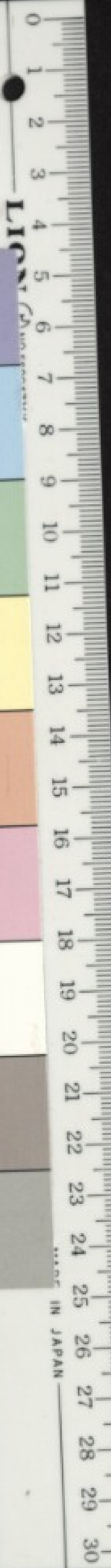
پس یہی فتح بالغفور ہے جس کا سہرا جناب مولوی نوازش حسین صاحب کے سر بندھا۔

بلائے آمدہ بود و بخیر گذشت

راقم مسیحی خادم۔ از بنگلور

**اعلیٰ حضرت** ملک معظم نے شاہزادہ ویلز کا تقرر بطور کرنیل انچیف آف فورتھ گورکھا رائفلز منظور فرمایا ہے۔





# مہاتما گاندھی اور آریہ سماجی

سلطان محمد افغان (پادری ایس ایم پال) کے قلم سے

چند یوم قبل مہاتما گاندھی نے ہندو مسلم منازعات مناقشات پر اور اُس کے وجوہ و اسباب پر ینگ انڈیا میں ایک درخشاں و تاباں بیان شائع فرمایا تھا جس کی وجہ سے آریہ سماجیوں میں ہیجان پیدا ہو گیا اور تا حال مہاتما جی پر بُری طرح سے منہ آ رہے ہیں اور مہاتما جی کے اس سوال کا عملاً ثبوت دے رہے ہیں کہ آریہ سماجی تنگ نظر اور جھگڑالو ہوتے ہیں۔

مہاتما جی نے دونوں فریق کے متعلق نہایت کُھلے الفاظ میں اور کسی کی رعایت و طرفداری کے بغیر اپنی رائے کا اظہار کر دیا ہو۔ بلکہ مسلمانوں کو زیادہ اور ہندوؤں کو بہت ہی کم الزام دیا ہو۔ لیکن تعجب اور حیرت ہو کہ ہمارے سماجی دوست اس پر اس قدر برافروختہ اور غضب آلود ہو گئے ہیں کہ وہ مہاتما جی جیسے شخص کو ہر طرح کے لعن طعن اور قبیح سے قبیح سزا کے مستحق سمجھتے ہیں۔ اگر آریہ سماج ایک مذہبی جماعت ہوتا تو لازم تھا کہ مہاتما جی کی نصیحت سے فائدہ اُٹھاتا اور اپنے معائب کے ازالہ میں سعی کرتا اور کم از کم ستیارتھ پرکاش کے آخری چاپ والوں کو جو فی الواقع اصلی ستیارتھ پرکاش مطبوعہ بنارس میں بھی نہیں ہیں یعنی ان عبارات کے جن سے بنی نوع انسان میں حقارت اور نفرت پیدا ہوتی ہیں فی الفور خارج کر کے اپنی نیک نیتی کا ثبوت دیتا۔ لیکن آریوں نے اس کے بالعوض یہ کیا کہ اپنے عیبوں کو چھپانے لگے اور اپنے نقائص پر پردہ ڈالنے لگے اور ایک ناصح مشفق کو دشمن سمجھ کر ویدوں سے ناواقف۔ ستیارتھ پرکاش سے بے خبر۔ ہندوؤں کے لئے بیکار۔ وغیرہ ناموزوں اور نامناسب الفاظ سے یاد کرنے لگے۔

اگرچہ میں مہاتما گاندھی کے اُن نقطہ ہائے خیال سے واقف نہیں ہوں جنکی بنا پر وہ ستیارتھ پرکاش کو ایک مایوس کن کتاب سمجھتے ہیں۔ لیکن جہاں تک میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے ذیل کے اقتباسات سے مہاتما جی کے خیال کی تصدیق ہوتی ہے۔

(۱) آریہ ورت ملک کے علاوہ جو ملک ہیں وے دسیو دیش "اور ملیچھ دیش کہلاتے ہیں" صفحہ ۲۹۰۔

جس شخص کا یہ عقیدہ ہو کہ سطح زمین کی ایک بالشت زمین ماسوا باقی تمام روئے زمین غلاموں اور نجسوں کے رہنے کی جگہ ہو یا بعبارت دیگر پرستاران وید کو چھوڑ کر باقی سب کے سب غلام اور ناپاک ہیں اس شخص سے کس طرح موافقت و مساوات کی امید کی جا سکتی ہے اور اس سے بڑھ کر تنگ نظری کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ دیانند جی کی سوانحعمری میں بھی اس کی ایک مثل موجود ہے۔ کہ وہ دوسرے ممالک کے افراد کو حقارت اور ذلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ لکھا ہو کہ جب کرنل بروک صاحب دیانند جی سے ملنے کے لئے آئے تو سوامی جی اُن کے آنے سے پہلے ہی اُٹھ کر ٹہلنے لگے۔ تاکہ اُن کو تعظیم نہ کرنی پڑے (سوانحعمری مرتبہ لیکھرام و آتمارام صفحہ ۴۴) اس قسم کی تعصب آمیز تعلیم کے ہوتے ہوئے کون کہہ سکتا ہو کہ سماجی دوسروں سے کُھلے دل سے مل سکینگے۔

(۲) جو شخص وید اور عابد لوگوں کی وید کے مطابق بنائی ہوئی کتابوں کی بے عزتی کرتا ہے۔ اس وید کی مخالفت کرنے والے منکر کو ذات جماعت اور ملک سے نکال دینا چاہئے" صفحہ ۵۹۔

آریہ سماجی جو دوسروں کی نکتہ چینی اور عیب جوئی میں خاص مہارت رکھتے ہیں وہ اس قانون کو ریاست بھوپال کے اس قانون کے ساتھ جس پر بے حد خوسو واویلا مچا رہے ہیں مقابلہ کر کے ٹھنڈے دل سے غور کریں اور دیکھیں کہ کونسا قانون خلاف انصاف اور ظلم پر مبنی ہے۔ ریاست بھوپال کے اس قانون کا منشا جس پر آریہ سماجی اخبارات بہت کچھ نوحہ خوانی کر رہے ہیں بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ ان لوگوں کو جو کسی لالچ یا ناجائز مقصد سے چند یوم کے لئے مسلمان ہو جاتے ہیں۔ یا ان کو جنکو مذہبی تحقیق سے کچھ مطلب نہیں ہوتا ہے لیکن مذہب کی آڑ میں شکار کھیلنا چاہتے ہیں انکو قبیح حرکات سے باز رکھے۔ لیکن ستیارتھ پرکاش کے قانون ما فوق کا منشا کچھ اور ہے۔ دیانند جی چاہتے ہیں کہ ہر ایک شخص بلا چون و چرا اور ایک بے زبان کی طرح ویدوں کے آگے سر تسلیم خم کرے ورنہ ہر ایک ایسے شخص کو جو ویدوں کے برخلاف عقیدہ رکھتا ہو یا ویدوں کو منجانب اللہ نہیں مانتا ہو ذلت کے ساتھ ملک سے نکال دیا جائے چنانچہ دیانند جی ایک جگہ اور یوں تحریر فرماتے ہیں۔

(۳) منو جی کہتے ہیں کہ جو ویدوں کی تنسیا یعنی عقیدہ ترک و خلاف ورزی کرتا ہے وہ ناستک (ملحد) کہاتا ہے۔ جو غیر از وید کتابیں خراب لوگوں کی بنائی ہوئی دنیا کو تکلیف کے سمندر میں ڈبانیوالی ہیں وے سب بے فائدہ جھوٹی تاریکی مجسم دنیا و آخرت میں تکلیف دہ ہیں"۔ (صفحہ ۲۱۰)

مسلمانوں اور عیسائیوں کی بدقسمتی سے اگر دیانند جی کو آدھے دن کے لئے بھی راج مل جاوے تو نہ معلوم کہ ہم پر کیسی کیسی مصائب اور کیا کیا نوائب ٹوٹ پڑینگے کم از کم ناستک (ملحد) داس (غلام) ملیچھ (ناپاک) اناڑی (جاہل) تو ضرور ہی کہلائینگے۔ آخر مسلمانوں نے بھی تو صدیوں تک ہندوستان میں راج کیا اور عیسائیوں کا تو ہے ہی۔ کیا کوئی سماجی دوست سچائی کے ساتھ ان میں بھی اس قسم کی تعلیم کا پتہ بتلا سکتا ہے؟ کیا کوئی عیسائی یا مسلمان یا کوئی اور آریوں کی سلطنت میں رہ کر اسی آزادی سے ویدوں کے خلاف تبلیغ کر سکتا ہے جس طرح کہ ایک عیسائی سلطنت میں

رہ کر آریے زہر اگل رہے ہیں؟

(۴) "بے علم بے وقوف ویدوں کے نہ جاننے والے جو فرائض تبلائیں اُن کو کبھی تسلیم نہ کرنا چاہئے کیونکہ بے علموں کے تبلائے ہوئے فرائض کے مطابق جو لوگ عمل کرتے ہیں اُن کے پیچھے سینکڑوں بُرائیاں لگ جاتی ہیں"۔ (صفحہ ۱۸۴)

ایک جگہ اور یوں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

(۵) "سچ تو یہ ہے کہ جنہوں نے ویدوں کی مخالفت کی اور کرتے ہیں یا کرینگے وہ جہالت کے اندھیرے میں پڑے ہوئے سکھ کے عوض جتنا دکھ پاویں اتنا ہی تھوڑا ہے۔ اس لئے کل نوع انسان کو وید کے مطابق چلنا چاہئیں واجب ہے"۔ (صفحہ ۵۲۱)

وید پرستی کی بھی حد ہو چکی۔ اگر مہاتما گاندھی نے دیانند جی کے متعلق یہ کہا کہ وہ ویدوں کے الفاظ کی پرستش قائم کرنے لگے تو کیا بُرا کہا۔ ناظرین اقتباسات بالا پر اگر غور کریں تو مہاتما جی کے ہر ایک لفظ کی تصدیق کرینگے۔

مجھ کو سب سے زیادہ حیرت اس امر پر ہے کہ ایسی کتاب کو کل نوع انسان کے لئے "بطور دستور العمل" پیش کرنا جس کا جاننے والا "بقول آریوں کے ایک بھی نہ ہو" کس قدر مضحکہ آمیز ہے۔ خود آریوں کو تسلیم ہو کہ مہابھارت کی لڑائی سے لیکر اس وقت تک جس کا عرصہ پانچ ہزار برس کا ہوتا ہے بجز دیانند جی کے اور کوئی ویدوں کا جاننے والا پیدا نہ ہو سکا۔ تو اب آپ ہی انصاف کریں کہ جب ویدوں کا جاننے والا ایک ہی نہیں رہا تو فرائض کون تبلائیگا؟ اور اگر کچھ دیر کے لئے ہم یہ فرض بھی کر لیں کہ دیانند جی نے جو ویدوں کے جاننے والے تھے اپنی حیات میں ہمیں سب کچھ تبلا دیا ہے تو ادب کے ساتھ عرض کرینگے کہ دنیا دیانند جی کے تبلائے ہوئے فرائض پر عمل کرے تو آج ہی اُس کے پرخچے اڑ جائیں تو کل نوع انسان میں خون کی ندیاں بہ جائیں اور اتحاد، مساوات، مواخات سب کے سب کافور ہو جائیں۔

باقی رہا شدھی کا معاملہ جس کو مہاتما گاندھی بہ نظر استحسان نہیں دیکھتے ہیں ہم تو اُس کو مسلمانوں کے حق میں رحمت الٰہی سمجھتے ہیں۔ شدھی کے اجراء سے جس قدر فائدہ اسلام کو پہنچا ہو اُس کا عشر عشیر بھی آریے حاصل نہ کر سکے۔ سب سے بڑھکر اور قابل اعتنا فائدہ جو اسلام کو اس سے پہنچا ہے وہ یہ ہے کہ اہل اسلام خواب جمود سے بیدار ہو گئے اور اپنے دین کی اشاعت نئے انتظام کے ساتھ کرنے لگے۔ اس سے جو کامیابی اس کو نصیب ہوئی اُسکو ایک ہندو اخبار یوں بیان کرتا ہے۔

"ایک سال میں بارہ ہزار ہندو مسلمان"۔ الہ آباد ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹرڈ انیل نے ضلع مرادآباد کے گزیٹر سے یہ اقتباس کیا ہے کہ صرف اسی ضلع میں ایک سال میں بارہ ہزار ہندو مسلمان ہو گئے ہیں"۔ (آزاد کانپور بحوالہ تیج دہلی۔ ۲۹ مئی ۱۹۲۴ء)

غالباً اسی لئے مہاتما گاندھی رسم شدھی کو "اچھی نگاہ" سے نہیں دیکھتے ہیں کیونکہ ان میں ہندؤں کا نقصان اور مسلمانوں کا سراسر فائدہ ہے۔ فقط۔

سلطان فتحگڈھ۔ یو۔ پی

# تحریف قرآن اور مولوی ثناء اللہ

اہل اسلام کا سب سے بڑا دعوی قرآن کی معجز کلامی اور فصیح البیانی ہے اور قدیم اور جدید خیالات کے لوگ برابر اسی منتر کو رٹتے جا رہے ہیں کہ فصاحت قرآن بذاتہ ایک فیصلہ کن معجزہ ہے۔ مگر خدا کی شان جس قدر اس کھوکھلے دعوے کو اہمیت دی جاتی ہے۔ اسی قدر اہل اسلام میں باہم گراس امر پر اختلاف ہو کہ آیا قرآنی الفاظ وعبارات خدا کی طرف سے القا ہوئے تھے یا محض مضامین ومفاہیم اور محمد صاحب نے انہیں اپنی زبان ومحاورات میں ادا کیا۔ جب تک اس قضیہ کا فیصلہ نہ ہو۔ قرآن کی فصاحت وبلاغت کا دعوے کچھ قدر نہیں رکھتا۔ کیونکہ فصاحت وبلاغت عبارات والفاظ میں ہوتی ہے اور الفاظ ہی کا پتہ نہیں کہ وہ خدا کے یا ہیں محمد صاحب کے۔

خیر اس بحث میں اُلجھنے کی ہمیں اس جگہ مطلق ضرورت نہیں۔ کیونکہ ایک اور ہی قضیہ درمیان میں آگیا ہے اور وہ یہ کہ کیا جو قرآنی الفاظ وعبارات حضرت محمد صاحب نے اپنی زبان سے بیان کیں وہ بجنسہ موجود ہیں یا نہیں۔ اگر یہ فیصلہ ہو جائے کہ حضرت محمد صاحب نے کبھی اس بات پر زور نہیں دیا کہ محض وہی الفاظ ومحاورات استعمال کرو جو الہام سے حاصل ہوئے ہیں تو فصاحت کس کی اور بلاغت کس کی۔

اہل اسلام روز روز اور زور زور سے کہتے چلے جاتے ہیں کہ جملہ مذاہب کی کتب متبرکہ میں تحریف وتبدیل رونما ہو چکا ہے مگر قرآن کو ایسے سامان عطا ہوئے کہ اس میں تحریف کا امکان ہی ناممکنات میں سے تھا۔ واہ سبحان اللہ۔ کیا فلسفیانہ دلیل ہے۔ مگر واقعات کی بنا پر وہ اس دلیل کے منہ پر خود کذب وبطلان کی سیاہی مل رہے ہیں چنانچہ اہلحدیث مجریہ ۲۰ جون میں مولوی ثناء اللہ صاحب ایک شیعہ معترض کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ کہنا غلط ہو کہ

"اہل جماعت کا قرآن پر ایمان نہیں اور نہ ہو سکتا ہے کیونکہ جس چیز پر ایمان ہو اہل ایمان اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ مگر اہل سنت کے خلیفہ ثالث عثمان صاحب نے قرآنوں کو آگ میں جلایا اور اُن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا"

مگر اصل قصہ یوں ہے کہ

آنحضرت کے زمانہ میں قرآن شریف بزبان قریش اترا تھا۔ جن سے دیگر قبائل کی اصطلاحات مختلف تھیں اس لئے حضور علیہ السلام نے ان قبائل کو الفاظ





مختلفہ میں اجازت دی کہ تم ان مواقع میں اپنی اصطلاح کے مطابق پڑھ لیا کرو۔ حضرت عثمان کے زمانہ میں ان مختلف قرأتوں کی وجہ سے اختلاف ہوا۔ تو حضرت عثمان نے جلیل القدر صحابہ کی کمیشن بٹھا کر مختلف قرأتوں سے کاٹ دینے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ قریش کی زبان کی پابندی میں قرآن کو ان مختلف الفاظ سے صاف کر کے تمام ممالک میں نسخۂ عثمانی بھیج دیا گیا۔ باقی مختلف قرأتوں والے مصاحف جلا دیئے گئے تاکہ نزاع باقی نہ رہے موجودہ قرآن شریف وہی ہے جو عثمان نے بحال رکھا جو بزمانہ خلافت علی مسلّم اول رہا اور آج سنیوں کے علاوہ شیعوں میں بھی مستند مانا جاتا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ قرآن شریف کو جلایا نہیں تھا بلکہ قرآن شریف کو پاک و صاف کر کے ان مختلف اوراق کو جلایا تھا۔ جن کا وجود عارضی تھا۔" (اہلحدیث ۲۷ جون)

بیان مذکرہ صدر سے

مندرجہ ذیل اصول ثابت ہیں کہ

(۱) حضرت محمد نے الہامی الفاظ و محاورات کو ضروری نہیں ٹھیرایا۔

(۲) غیر قریش عربی قبائل کو الفاظ مختلفہ میں اجازت دے دی کہ وہ اپنی اصطلاحات کے مطابق قرآن کو پڑھ لیا کریں۔

(۳) عثمان صاحب کے زمانہ میں حضرت محمد صاحب کی اس اجازت سے اس قدر نزاع پیدا ہو گیا کہ عثمانی کمیشن کو قرآن کی درستی و بحالی کرنی پڑی۔

(۴) قرآن کی بحالی کا اصول یہ رکھا کہ قریش کے محاورات و الفاظ کی پابندی میں باقی مختلف الفاظ کو کاٹ دیا گیا۔

(۵) غیر قریش قبائل کے مصطلحات و الفاظ مختلفہ والے مصاحف کو نذر آتش کر دیا گیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوئے ہیں کہ

(۱) جب حضرت محمد صاحب نے الہامی الفاظ محاورات کو لازم نہیں سمجھا تو حضرت عثمان نے حضرت محمد صاحب کے خلاف اس اجازت کو کیوں منسوخ کر دیا۔

(۲) اگر فی الواقعہ اس اجازت سے جملہ قبائل غیر قریش نے ناجائز فائدہ اٹھا کر نفس مضمون قرآن کو بدل دیا تو نئی روشنی کے سرسیدی مسلمانوں کا یہ کہنا کہ قرآن میں تحریف واقع نہیں ہوئی بالکل غلط ثابت ہو گیا۔

(۳) جب عثمانی کمیشن نے قریش کی زبان کے مطابق قرآنی محاورات و مصطلحات کو درست کیا تو اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہو سکتے کہ وہ لوح محفوظ کے قرآن کی عبارات سے مشابہ ہوں۔ کیونکہ صحابہ کو الہام نہ ہوتا تھا۔

(۴) عثمانی کمیشن نے ان الفاظ مختلفہ و محاورات متنازعہ فیہ کو دنیا سے فی الفور نیست و نابود کیوں کیا؟ کیا اس لئے کہ فریق ثانی کو آنے والے زمانہ کے محققین کے سامنے صفائی پیش کرنے سے محروم کر دیا جائے۔

(۵) جب حضرت محمد صاحب نے الہامی الفاظ و مصطلحات کو ضروری نہ ٹھیرایا تو مسلمانوں کے مسئلہ اعجاز قرآن کے کیا معنی؟ اس صورت میں قرآن موجود کی یہ آیت فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ یعنے اگر تم سچے ہو تو اس کی مثل ایک آیت بنا لاؤ۔ خدا کا کلام ہوا یا انسان کا۔ کیونکہ موجودہ قرآن میں عثمانی کمیشن کے درست کردہ محاورات خدا جانے کس قدر الہامی محاورات سے غیر مطابق ہیں۔ اس زمانہ کی عربی شاعری کمال پر تھی یہی وجہ ہے کہ قرآن موجودہ میں اکثر مقفّٰی عبارتیں موجود ہیں۔

اس سے ایک بات تو صاف ہو اور صاف بھی ایسی ہو چکی کہ شک کو نزدیک آنے کی جرأت نہیں پڑتی۔ کہ شروع سے مسلمان کہلانے والوں نے قرآن مجید کے ساتھ کبھی نیک سلوک نہیں کیا۔ اگر عثمان خلیفہ نہ ہوتے تو بے چارے غیر قریش قبائل عرب کا قرآن کیوں جلایا جاتا۔ موجودہ قرآن کی ایڈیٹری و ترتیب تلوار کی ماتحتی میں ہوئی۔ نہ کہ کسی عالمانہ اور محققانہ طرز سے۔ کیونکہ یہ بات کتب مناظرہ میں لکھی جا کر بیان کی جا چکی ہے کہ عثمانی تلوار و حکومت نے بالجبر الاکراہ فریق ثانی سے چھین چھین کر ان کے قرآن جلا ڈالے علی۔ عائشہ وغیرہ کے قرآنوں کو شیعہ لوگ آج تک رو رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بیچارے شیعوں کے پاس کوئی دوسرا قرآن نہیں ہے ع

مارا بغمزہ کشت و قضا را بہانہ ساخت

مگر یہ بھی مغالطہ نہ رہے کہ قرآن میں عثمانی کمیشن نے کوئی تحریف و تبدل نہیں کیا۔ اس کی حقیقت کی مکمل تصویر <u>تحقیق الاسلام</u> کے حصہ سوم میں موجود ہے۔ مسلمانوں کو مولوی ثناء اللہ صاحب کی مندرجہ بالا عبارت اپنی اپنی نوٹ بکوں میں درج کر لینی چاہیئے۔

عضب ہو گیا

عین جبکہ ہم نے مضمون کو یہاں تک لکھ کر ابھی کبھی اور قلم ہاتھ سے رکھ دیا۔ ہمارے ایک دوست سیالکوٹی بابا جی لالہ نے آ کے جس نے دوبارہ قلم اٹھانے پر مجبور کر دیا۔ تحفۂ شیعہ پر تنقید درج کرتے ہوئے مصنف لکھتا ہے کہ۔

"قرآن کے متعلق متقدمین شیعوں کا یہ رویہ تھا کہ وہ اسے محرف و مبدل شدہ مانتے تھے اور کہتے تھے کہ اصلی قرآن حضرت علیؓ کے پاس تھا۔ لیکن آنجناب نے خفا ہو کر غائب کر دیا۔ اور وہ صرف امام غائب کے پاس ہے۔ موجودہ قرآن میں سے وہ تمام آیات نکال دی گئی ہیں جو حضرت فاطمہ۔ حسنین و ائمہ رضی اللہ عنہم کے باب میں تھیں اور یہ سب کارستانیاں خلیفہ اول و دوم کے عہد میں عمل میں لائی گئیں چنانچہ اصول کافی تفسیر روح المعانی۔ تفسیر عباسی تفسیر

صافی وغیرہ کتب شیعہ میں اس قسم کے حوالے مل سکتے ہیں۔ یہ حال پہلی تین صدیوں کا ہے۔ ۔ ۔ ۔ بہت سی باتیں آئمہ سے منسوب ہیں جن سے نیز عملی طور پر قرآن کی تحریف کا اعتراف ثابت ہوتا ہے۔ اس طرح ثابت ہوگیا کہ شیعہ ثقل اکبر یعنی قرآن سے تمسک ترک کر چکے ہیں۔

(صوفی جولائی)

مولوی ثناء اللہ صاحب نے الفاظ و محاورات میں تحریف قرآنی کا "ایک سچا واقعہ" بیان کیا اور اس صوفی صاحب کی تائید نے تو غضب ہی کر دیا۔ اب بھی کوئی قرآن موجودہ کو محرف و مبدل نہ مانے تو اُس کے تعصب و ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں۔ ہمارے خیال میں مرزا صاحب نے بہاء اللہ صاحب کی پیروی میں جو نبوت کا دعویٰ کیا۔ اگر وہ سچا ہے تو اس کا سب سے بڑا علمی و روحانی عالمگیر فائدہ ہو سکتا تھا کہ وہ نبوت کے زور سے موجودہ قرآن کے عثمانی کمیٹی کے محاورات و مصطلحات کو جو کہ لوح محفوظ کے قرآن سے مختلف ہیں نکال کر قرآن کو پاک و صاف کرتے اور جو حصص علی۔ فاطمہ وآئمہ وغیرہ کے متعلق آیات قرآن لوح محفوظ میں آسمان پر ہیں وہ قرآن موجودہ میں شامل کر کے پھر اصلی قرآن کو دنیا کے سامنے پیش کرتے تو کم از کم تمام جہان کے شیعہ ضرور ہی ان کو نبی برحق تسلیم کر لیتے۔ مگر

یہ مانا ہم نے بیمارِ محبت کی دوا تم ہو
نہ آؤ کام جب اپنے تو مرضِ لا دوا تم ہو
خان

## غزل

جہاں میں ملتِ بیضا ہو نام اُس شہ کی ملت کا
زمانہ سے مٹایا نام جب سے کفر و ظلمت کا
جمالِ عیسوی سے حسنِ یوسف کو ہے کیا نسبت
کہ خالق مدح خواں ہو آپ اُس کانِ ملاحت کا
سخن سنجو لکھی ہے جب سے میں نے مدح عیسیٰ کی
زباں کو میری دعویٰ ہو فصاحت کا بلاغت کا
صلہ اپنی حمد کا یہ تو دلوا دو یسوع پیارے
قبالہ مجھ کو مورو ثی ملے ایوان جنت کا
گستہ مدح خواں رکھتا ہو امید کرم مولا
اُٹھائے زندگی میں لطف یہ بھی سایہ رحمت کا

## واعظوں کے لئے مختصر نوٹ

جس کی دعا میں خدا کی سلطنت کا خیال نہ ہو اُس کی دعا دعا ہی نہیں (ایک یہودی ربی)

دعا کیا ہو؟ دعا خدا کی دوستی کے لئے ایک نفسیہ تحفہ اور جلی اغراض کے لئے اپیل ہے (مرحوم پادری جی۔ ایل ٹھاکرداس صاحب)

جب ہم کلام اللہ پڑھتے ہیں تو باپ ہم سے کلام کرتا اور ہم پر ظاہر کرتا کہ باپ ہم کو کیا مانگنے کو فرماتا اور ہم کو دعا مانگنے کے لئے تیار کرتا ہے۔ دعا میں ہم باپ سے کلام کرتے ہیں۔ لیکن اگر باپ ہم سے کلام نہ کرے تو اُس سے بھی کلام نہیں کر سکتے۔ جیسے اگر کوئی بچہ بچپن میں بہرا ہو جائے تو اُس کی قوت گویائی بھی ضرور زائل ہوگی۔ کیونکہ جو کچھ وہ سنتا ہے بولتا ہے (بزرگوار پادری علی بخش صاحب)

**جس شخص** یا سوسائٹی کے ساتھ زیادہ تعلق ہو خیالات بھی ویسے ہی ہو جائینگے۔ بلکہ جسمانی حالت میں بھی بڑا فرق واقع ہوگا۔ دیکھو خدا کے ساتھ کلام کرنے اور اُسکی قربت میں رہنے سے موسیٰ کا چہرہ نورانی ہوا۔ بس زیادہ زیادہ دعا میں رہنا اور باپ سے کلام کرنا ہمارے زیادہ منور ہونے کا باعث ہو (بزرگوار پادری عزیز الدین خاں صاحب)

**مسیحی** بغیر روح القدس کے اُس انجن کی مانند ہے جس میں آگ اور پانی نہ ہو یا بجلی کی اُس تار کی مانند ہے جس میں بجلی نہ ہو۔

**رُوح القدس** کے نام اور اُسکے کام کے لحاظ سے (۱) فضل کا روح ہے کیونکہ وہ یسوع مسیح کے تمام فضائل کو ہمارے دلوں میں بھر دیتا ہے (۲) ایمان کا روح ہے کیونکہ وہ ہمیں سکھاتا کہ ایمان لائیں اور ایمان میں قائم رہ کر اُس میں ترقی کرتے جائیں (۳) لیپالک بنانے اور یقین دلانے والا رُوح ہے کہ ہم خدا کے فرزند ہیں (۴) سچائی کا روح ہے جو تمام سچائی کی طرف ہماری رہنمائی کرتا ہے (۵) دعا کا روح ہے جس کے وسیلے ہم باپ سے باتیں کرتے ہیں۔ (۶) عدالت اور جلانے والا رُوح ہے جو دلوں کو جانچتا اور ہم سے گناہ کا اقرار کراتا ہے (۷) قدسیت کا روح ہے جو باپ کی مقدس حضوری کو ہمارے دلوں میں ظاہر کرتا ہے۔ (۸) قوت کا روح ہے جو ہمیں گواہی دینے کی جرأت اور باپ کی خدمت کرنے کی قوت پیدا کرتا ہے (۹) جلال کا روح ہے جو ہمیں آنے والے جلال کے لئے تیار کرنا سکھاتا ہے۔

**آسمانی بادشاہ** نے اپنا جلالی جامہ چھوڑا اور ہماری خدمت پر کمر باندھ کر نوکر کی صورت پکڑلی اور اپنا خون دُھالا۔ اور ہماری روحوں کو غسل دیا اور ہر وقت ہماری لغزشوں کو معاف کر کے ہمیں صاف کرتا رہتا ہے

**مسیح** جہان کا نور ہے۔ نور سے آدمی چیزوں کو خوب دیکھتے ہیں۔ مگر بیمار آنکھ نور سے اور زیادہ اندھی ہو جاتی۔ سورج تو ایک ہی ہے مگر گارا کو سخت اور موم کو نرم کرتا ہے۔ تیل اور پانی دونوں زمین سے نکلتے۔ مگر ایک سے آگ بجھتی اور دوسرے سے شعلہ زن ہوتی ہے۔ بارش سب جگہ پر یکساں پڑتی ہے۔ مگر ایک جگہ پھول اور دوسری جگہ اونٹ کٹارے پیدا ہوتے۔ دو چوروں نے صلیب پر ایک واقعہ کو دیکھا۔ ایک ایمان لاکر فردوس میں اور دوسرا بے ایمان رہ کر جہنم میں پہنچا۔



خودکشی اس وجہ سے جُرم قرار دیگئی ہو کہ قانون نے اصولاً اسپات کو تسلیم کرلیا ہے کہ فرد کی زندگی درحقیقت قوم کی زندگی ہے اور خودکشی اپنی جان پر ظلم نہیں کرتا بلکہ دراصل اس تمدنی قوت کو جس کا وہ بحیثیت فرد قوم ہونے کے ایک مظہر ہے معدوم کرنا چاہتا ہے (مرحوم پادری طالب الدین صاحب)

ابوالعزیز

## ہندو دھرم کی تعریف

ہمعصر مخزن مسیحی نے ۱۵ جولائی کے پرچہ میں "کیا ہندو مذہب مرگیا" کے عنوان سے ہندو مذہب کی عجیب تعریف بیان کی ہو۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ

کسی تبدیلی کا نام موت نہیں۔ ہندو مذہب ہر زمانہ میں اس زمانہ کے ڈھنگ پر اپنی صورت بدل لیتا ہو پر مرتا نہیں جب بُدھ مذہب نے ہزاروں برس تک ہندوستان میں سلطنت کی تھی اور ویدک دھرم کی جڑ عنقریب اکھیڑ ڈالی تھی تو اُس وقت کون گمان کرسکتا تھا کہ ہندو دھرم پھر اپنا سر اٹھائیگا۔ لیکن ہندو دھرم ایک لچکدار شے ہو۔ وہ لچکن کھاکر پھر اپنی جگہ آجاتا ہو ہندو دھرم نے بُدھ دھرم سے ایسا میل جول پیدا کیا کہ آخر بُدھ دھرم کو اپنے شکم میں ہضم کر ڈالا۔ بُدھ تعلیمات ہندو تعلیمات بنگئیں اور بُدھ ہندوؤں کے اوتاروں کے زمرے میں لیا گیا۔ پس ہندوستان میں بُدھ مذہب کی جُداگانہ ہستی نہ رہی۔ الخ

## عظیم ترین گرجا

سینچر کو لورپول کے نئے گرجا کی رسم تقدیس بادشاہ و ملکہ کی موجودگی اور آرچ بشپ آف ڈیرک کی صدارت میں ادا ہوئی جس میں ۸ آرچ بشپ ۲۵ ڈین ۴۰۰ بشپ شامل تھے۔ بادشاہ کی تقریر و آرچ بشپ کی تقریر بذریعہ وائرلیس مختلف مقامات کو بھیجی گئیں۔ ابھی گرجا کا صرف تیسرا حصہ مکمل ہوا ہے یہ دنیا بھر میں سب سے بڑا گرجا ہوگا جو بیس لاکھ پونڈ کے خرچ سے ۲۹ سال میں مکمل ہوگا۔

## کانگریس اُجڑ گئی

بابو بھگوانداس۔ بابو شیو پرشاد گپتا۔ شری سمپورنانند ڈاکٹر امرناتھ بنیرجی۔ بابو دمودر داس ممبر لیجس لیٹو کونسل۔ شری نگینہ نارائن اپادھیا ممبر لیجس لیٹو کونسل شری بیت شری پرکاش۔ مسٹر نظیر علی۔ بابو بیج ناتھ جیجا۔ بابو چندر شیکھر شاستری ممبران آگزکٹو کانگریس کمیٹی بنارس نے احمد آباد کے ریزولیوشن نمبر ا و نمبر ۳ کی پیروی کرتے ہوئے کانگریس کے عہدوں سے مستعفی ہونے کے لئے اپنے استعفے پیش کئے۔ وجہ یہ پیش کی گئی کہ وہ اپنے آپ کو شرائط کی پابندی کے نا قابل خیال کرتے ہیں۔ تمام اصحاب نے کانگریس کمیٹی کو یقین دلایا ہے کہ وہ کانگریس کے کار کو کامیاب بنانے اور کانگریس کو امداد بہم پہنچانے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ جلدی ہی چرخہ کاتنے کے قابل ہوجائینگے۔ استعفی منظور کئے جارہے ہیں اور آسامیاں پُر کرنے کے لئے انتظامات ہو رہے ہیں۔

## جنوبی ہند کا طوفان

جنوبی ہند کی تازہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پانی کے طوفان نے گذشتہ ہفتہ کی مصیبتوں میں بہت زیادہ اضافہ کردیا ہے۔ ابھی تک بارش بند نہیں ہوئی ہے جن اضلاع میں چاء وغیرہ باغ لگائے گئے تھے وہ سب پانی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ آمد و رفت کے سلسلہ بند ہیں۔ کالیکٹ میں ۱۲ آدمی ڈوب چکے ہیں۔ ریلوے کی سڑکیں ٹوٹ چکی ہیں۔ پل پانی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ خبر رسانی کے سلسلے منقطع ہیں۔ ریاست میسور کے بہت سے شہر پورے طور سے پانی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ہزاروں مکانات برباد ہو چکے ہیں۔ بہت سے لوگوں کا پتہ نشان نہیں ملتا لوگ بھوکوں مر رہے ہیں۔ کادیری میں ۴۳ انچ تک پانی چڑھا ہوا ہے۔ چاء وغیرہ کے باغات و کارخانے سب بہ گئے ہیں۔ مصیبت اور نقصان کی کچھ انتہا نہیں ہے۔ مویشیوں کا اور باقی تمام آبادی کا خدا ہی حافظ ہے۔ اوناد۔ دلوناد۔ نیبی اور دیگر ریگنوں یا تعلقوں میں بہت زیادہ نقصان ہوچکا ہے۔ اس طوفان کے ساتھ ایک یہ مصیبت پیدا ہوگئی ہے کہ طوفانی علاقہ میں ہیضہ پھوٹ پڑا ہے۔ مدراس کی خبر ہے کہ تنجور۔ کُمباکونم۔ مایاورم بشیالی۔ کواٹپور بھوانی وغیرہ کے تعلقوں میں سخت مصیبت ہو۔ ہیل جولائی سے ۱۳ تک میسور کے بعض علاقوں میں ۱۰۰ انچ سے ۱۱۶ انچ تک پانی پڑچکا ہے۔ جہاں تیس برس سے سال کے اندر ۳۰۰ انچ سے ۰۰ تک پانی برستا رہا ہے۔ جان مال کے نقصان کا خونی اندازہ نہیں ہے۔ گورنمنٹ بنگلور کے سرکاری مکانات میں لوگوں کو پناہ دے رہی ہے۔

## دو انگریزوں پر پستول سے حملہ

پائیر کا پشاور کا نامہ نگار اطلاع دیتا ہے کہ اس جلد اتوار کو ایک خوفناک واردات ہوگئی توپخانہ کے دو ملازم شاہی باغ میں چڑیا گھر کی سیر کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک پنجرے کے سامنے کھڑا تھا ایک نامعلوم شخص اُن کے پیچھے آکھڑا ہوا اور اُن پر پستول سے گولی چلانا شروع کردیا۔ اور دونوں کو سخت زخمی کردیا۔ اور بھاگ گیا۔ ایک زخمی کو تو کچھ آرام ہے۔ لیکن دوسرے کی حالت نازک ہے۔

## ایک انگریز افسر کی خودکشی

منگل کی دوپہر کو فورٹ سینٹ جارج مدراس میں انسپکٹر اوبرین اور سب انسپکٹر ہارے نمٹر رینلڈس سب ڈویژنل افسر اسکریک ڈیپا رٹمنٹ

مالٹی ورکس فورٹ سینٹ جارج کی موت کی تفتیش عمل کی اور خود کشی کا فتویٰ دیا۔ تفتیش سے معلوم ہوا ہے۔ فوت شدہ آدمی پستول کی گولی سے مرا تھا۔ جو کنپٹی میں لگی تھی۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ فوت شدہ آدمی منگل کی صبح اٹھا اور صبح کی چاء پی۔ اس کے کچھ وقفے بعد اُسکے بیرے نے گولی چلنے کی آواز سنی۔ جو اُس کے سونے والے کمرے سے آئی تھی جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو اُس نے مسٹر رینالڈس کو خون آلودہ پایا۔ افسران کو فوراً مطلع کیا گیا جو اُس کو اُسی وقت فورٹ ہسپتال میں لے گئے جہاں وہ داخلے کے آدھ گھنٹے بعد بغیر ہوش میں آئے مرگیا۔ فوت شدہ آدمی اپنے پیچھے ایک بیوہ اور ایک بچہ چھوڑ گیا۔ شام کو اُسے ویسٹ اینڈ سیلونز کی سمٹری میں پورے فوجی اعزاز کے ساتھ دفن کیا گیا۔

## کابل میں جرمن ہیڈ ماسٹر

افغانی اخبارات راوی ہیں کہ کابل میں ایک اور مدرسہ کھلا ہے جس کا ہیڈ ماسٹر ایک جرمن مسمی ڈاکٹر اٹرن ہے۔ کابل میں یہ دوسرا مدرسہ ہے جو یورپین نگرانی میں کھلا ہو۔ ایک سال سے فرانسیسی پروفیسروں کی زیر نگرانی ایک کالج کھلا ہوا ہے۔ چند ماہ گذرے افغان اخبار نے لکھا تھا کہ مختلف ممالک سے اُستاد بلائے جائینگے تاکہ افغانستان مختلف قسم کے طریقہ ہائے تعلیم سے بہرہ اندوز ہو سکے۔ چنانچہ آجکل علاوہ فرانسیسی اور جرمن اُستادوں کے چند ایرانی پروفیسر بھی ہیں۔ روس کا نیا سفیر مسٹر سٹارک کابل پہنچ گیا ہے۔ افغانستان کی یہ جدت قابل داد ہے۔

## دنیا بھر کے روحانی عالموں کی کانفرنس

بین الاقوامی روحانی عالموں کی فیڈریشن پیرس کی جنرل کمیٹی کا اجلاس اس سال ۲۸ اور ۲۹ ستمبر کو ہوگا مسٹر دی۔ ڈی رتنسی بابی ہندوستانی روحانیت سوسائٹی کراس میٹنگ میں فیڈریشن نے بطور ہندوستانی نمائندہ دعوت دی ہے۔

**لنڈن ۲۶ و ۲۷ جولائی** کی خبروں سے پایا جاتا ہے کہ دول متحدہ کی کوششیں جرمنی سے تاوان جنگ وصول کرنے میں کامیابی کے قریب پہنچے کو ہیں پر ہنوز جرمنی کے پیچ و تاب ختم نہیں ہوئے ہیں۔

**لنڈن ۲۶ جولائی** کی خبر ہے کہ مسٹر بالڈون نے جو پیشتر وزیر اعظم تھے مینچسٹر میں تقریر کرتے ہوئے ہندوستانی انتہا پسندوں کو زبردست آگاہی دی ہے کہ موجودہ نظام حکومت کو توڑنے کی کوشش کرنا ہندوستان کے لئے خطرناک ہوگا۔

**شملہ ۲۶ جولائی** کی خبر ہے کہ سرحد میں ایک ماجرا وقوع میں آیا۔ بنوں سے ٹوچی سڑک پر ایک چھوٹا سا قلعہ تھا جس میں سرحدی کسی نہ کسی طرح سے داخل ہو گئے۔ محافظ قلعہ کو قتل کر کے تمام بندوقوں پر اور دوسرے سامان پر قبضہ کر لیا۔ پھر کیا تھا شریروں نے آتے جاتے مسافروں کو مارنا شروع کر دیا۔ ان بدمعاشوں کو قابو کرنے کی بہت کوشش کی گئی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ آخر توپ سے وہ گڑھی اڑائی گئی دو سرحدی زندہ پکڑے گئے باقی مر گئے۔ بہادری تمام ہو گئی۔

**سیالکوٹ کنونشن ۲۵ ستمبر سے یکم اکتوبر ۱۹۲۴ء تک ہوگی جملہ مسیحیوں کو دعوت ہے کہ وہ آئیں اور روحانی تازگی حاصل کریں۔ کنونشن کا مضمون ہوگا کہ "مسیح زندگی ہے"**

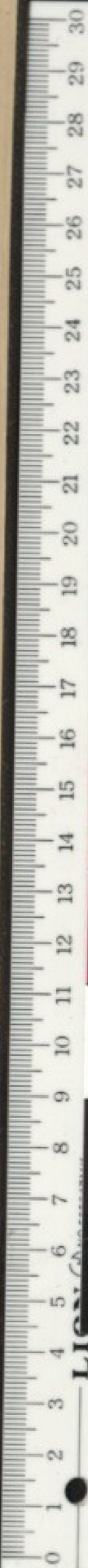
**سرکاری اعلان** ہے کہ گورنمنٹ نے اس بات کو نہایت ضروری سمجھا ہے کہ رسالہ اہند میجر اور صوبہ دار میجر درجہ اول کے صاحبان کو پنجاب سول سروس کے ریٹائرڈ صاحبان کا درجہ اور ان کے جملہ حقوق دئے جائیں۔ اس کے متعلق گورنمنٹ نے اپنی ہدایات مرتب و مشتہر کر دی ہیں۔

**خدا کا شکر ہو کہ** لاہور گذرے سنیچر اور اتوار کے روز خوب بارش ہوئی۔ قریباً ۷ گھنٹے کی بارش نے نشیب کی جگہوں کو تالاب بنا ڈالا چار انچ سے زیادہ پانی پڑا۔ شہر کی گلی کوچوں میں اور سڑکوں پر پانی ہی پانی نظر آتا تھا۔

**فسادات** دہلی کے سلسلہ میں قریباً ستّر گرفتاریاں ہوئی ہیں۔ ان میں سے ۱۵ حوالات میں اور باقی ضمانت پر رہا ہیں۔

**معلوم ہوا ہے** کہ دسویں شہیدی جتھے نے جو فتح وریام ننگل میں آسا کی وار کے بعد ایک سکھ خاتون کو جس کے دو بیٹے پہلے شہیدی جتھہ کے ساتھ جیتو گئے تھے اور وہاں شہید ہو گئے تھے اور جس کا تیسرا بیٹا ملتان جیل میں سڑ رہا ہے اور جس کا چوتھا بیٹا دسویں شہیدی جتھہ میں جیتو گیا ہے مبارکباد دی۔

**اصلاحات کی تحقیقات** کا ذکر کرتے ہوئے لارڈ آلیویر نے کہا کہ اگر کمیٹی کو کوئی ایسا نقص نظر آیا جو کسی ترمیم یا قواعد یا ایکٹ سے دور نہ ہو سکتا ہو تو پھر یہ سوال پیدا ہوگا کہ مزید اصلاحات دینے یا نہ دینے کا سوال اُسی وقت پیدا ہو سکتا ہے اور اُس پر اُسی وقت غور کر کے فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ گورنمنٹ برطانیہ تسلیم کرتی ہے کہ ممکن ہو۔ تحقیقات کے باعث مزید اصلاحات دینے یا نہ دینے کا سوال پیدا ہو جائے لیکن یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب یہ اطمینان ہو جائے کہ ریفارم میں بعض نقائص ہیں اور اگر قانون حکومت ہند میں ترمیم کئے بغیر دور نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے بعد بحث مباحثہ ۲۹ جولائی پر ملتوی ہو گیا۔ پبلک گیلریوں میں بہت سے ہندوستانیوں کے علاوہ سر سائیکل اوڈوائر بھی موجود تھے۔



خاکی جسم مادہ کے قوانین کے تابع ہیں اور اگر ہم اوپر کو چھلانگ ماریں تو زمین پر آ رہینگے اور آسمان کو نہیں چڑھ جائینگے۔ کیونکہ ہمارے جسم مادی اشیاء سے مرتب ہیں لہذا اپنے قوانین کے تابع ہو کر چھلانگ کے وقت کچھ دُور اوپر جا کر نیچے آ گرینگے۔ اب اگر خداوند مسیح کا جسم آپ کی قیامت کے بعد ہمارے جسموں جیسا ہی تھا اور مادی تھا تو خداوند کا رفع جسمانی "نئے اور پُرانے فلسفہ" کے مطابق "خلاف علم اور خلافِ قانونِ قدرت ہوگا"۔ پس سوال یہ پیدا ہوتا ہے کیا خداوند مسیح کا جسم جو آپ کی قیامت کے بعد لوگوں کو دکھائی دیا اور جو آسمان پر چڑھ گیا ہمارے مادی جسموں کی طرح مادی تھا یا کہ نہیں۔ اگر مادی تھا تو رفع جسمانی کے قائل غلطی پر ٹھہرے اگر مادی نہیں تھا اور ہمارے بدنوں اور جسموں کی طرح نہ تھا تو مرزا صاحب اور سوامی جی کا طرزِ استدلال اور قضایا اور نتیجہ سب غلط ہوئے۔

کیا خداوند کا جسم آپ کی قیامت کے بعد ہمارے بدنوں کی طرح تھا۔ انجیل جلیل کے مطالعہ سے ہم کو اس سوال کا جواب نفی میں دینا پڑتا ہے۔ خداوند کا جسم دفعتاً نظروں سے غائب ہو سکتا تھا۔ (لوقا ۲۴: ۳۱) جب کمرے کے قفل کواڑ اور دروازے بند ہوتے تو خداوند کا جسم کمرے میں آ سکتا تھا (یوحنا ۲۰: ۱۹ و ۲۶)۔ یہ جسم صورت بھی بدل سکتا تھا۔ (مرقس ۱۶: ۱۲) یہ جسم پہچانا بھی نہ جا سکتا تھا چنانچہ مریم مگدلینی اور دو شاگرد جو ہر وقت خداوند کے ساتھ رہتے تھے آپ کو نہ پہچان سکے (لوقا ۲۴: ۱۶ و یوحنا ۲۰: ۱۴) پس صاف ظاہر ہے کہ یہ جسم ہمارے جسموں کی طرح مادی نہ تھا۔ کیونکہ ہمارے جسم دفعتاً نظروں سے دیکھتے دیکھتے غائب نہیں ہو سکتے۔ اگر کمرے بند اور کواڑ لگے ہوں تو ہم اس کمرے میں گھس نہیں سکتے۔ ہمارا جسم اپنا روپ اور صورت بدل نہیں سکتا اور نہ ہی ہمارے جسم کی ہیئت ایسی بدل سکتی ہے کہ ہمارے دوست آشنا اور عزیز و اقارب ہمیں پہچان تک نہ سکیں پس ہمارے مادی اور فانی جسم میں اور خداوند مسیح کے جلالی اور غیر فانی جسم میں بہت فرق تھا۔ اسی امر کی طرف مقدس پولوس اشارہ کرتے ہیں۔ جب آپ فرماتے ہیں کہ "آسمانی بھی جسم ہیں اور زمینی بھی۔ مگر آسمانیوں کا جلال اور ہے اور زمینیوں کا اور۔ . . . جسم فنا کی حالت میں بویا جاتا ہے اور بقا کی حالت میں جی اُٹھتا ہے۔ . . . نفسانی جسم بویا جاتا ہے اور روحانی جسم جی اُٹھتا ہے۔ جب نفسانی جسم بھی ہے تو روحانی جسم بھی ہے . . . . جس طرح ہم اس خاکی کی صورت پر ہوئے اُسی طرح اس آسمانی کی صورت پر بھی ہونگے . . . مُردے غیر فانی حالت میں اُٹھینگے۔ اور ہم بدل جائینگے کیونکہ ضرور ہے کہ یہ فانی جسم بقا کا جامہ پہنے اور یہ مرنے والا جسم حیاتِ ابدی کا جامہ پہنے (اقر ۱۵: ۴۰ تا ۵۴) جب خداوند کے فانی جسم نے بقا کا جامہ پہن لیا تو وہ مادی اجسام کے قوانین کے ماتحت نہ رہا۔ کیونکہ ہمارے مادی اور فانی جسموں کے قوانین اور ہیں اور روحانی اور جلالی جسموں کے قوانین اور"۔ آسمانیوں کا جلال اور ہی ہو جیسا ہم نے ذکر کیا۔ اِن کے قوانین اور ہیں اور ہمارے مادی اجسام کے قوانین کا ان پر اطلاق نہیں ہو سکتا۔ پس "نیا اور پُرانا فلسفہ" کے قوانین اس اعلیٰ اور جلالی جسم پر حاوی نہیں اور نہ ہی اس جلالی جسم کا صعود "خلافِ عقل اور خلاف قانون قدرت" ہے۔ کیونکہ یہ جلالی جسم اس "قانونِ قدرت" کے تابع ہی نہیں جو مادی اجسام پر حاوی ہے۔ قرآن شریف کا قول کان اللہ عزیزاً حکیما۔ (اللہ غالب ہے حکمت والا) ثابت ہوا اور مرزا احمد مرحوم اور سوامی جی مغفور کا طرزِ استدلال مردود ٹھہرا۔ (باقی ماقی)

پروفیسر برکت اللہ

## ضرورت ۳/۱

سی - ایم - ایس مدرسوں کے لئے مدرسوں کی ضرورت ہے - جو کہ پرائمری مدرسوں میں تعلیم دے سکیں - ضرورت ہے کہ درخواست کنندہ مڈل پاس ہو - مگر کے ٹرینڈ اُستادوں کی درخواست پر زیادہ غور کی جاویگی -

المشتہر

**پادری ایچ - ای کلارک صاحب**
**مشنری انچارج - ٹبالہ**

---

## اُردو کتابیں

اصول پالٹیکس - غیر تاریخی زمانہ کی حکومتوں یورپین ممالک کی مختلف اقوام کی سلطنتوں اور ملکی امور وتدابیر سلطنت کے متعلق مکمل واقفیت صفحہ ۲۲۶ - ۱۲ ار رعایتی ۱۰ ر

**اٹوپیا** - ایک خیالی قوم کی طرز معاشرت واصول حکمت وغیرہ کے پیرائے میں ایک فلاسفر کے خیالات صفحہ ۸۵ قیمت ۲ ر

**ویدوں کی تعلیم** - ہندوؤں کی متبرک کتاب وید کی تعلیمات کا خلاصہ اور ان پر مفید ودلچسپ نوٹ صفحہ ۱۶۴ - ۱۰ ر

**واعظ کا راہنما** - وعظ کے تیار کرنے پڑھنے اور سنانے کے متعلق نہایت مفید ہدایتیں ضخ ۔ ار

**واقعات بزرگان بائبل** باتصویر - نوح ابراہام - لوط - اضحاق - ربقہ - عیسو اور یعقوب کے مختصر حالات صفحہ ۲۳ - ار

**واقعات عمادیہ** - پادری عماد الدین صاحب لاہزی کی زندگی کے خود نوشت حالات معہ تتمہ ۲۳ صفحہ

**ورجل کی نظم** - یا انیڈ کا باتصویر اور مرغوب قصہ صفحہ ۱۰۴ - ۱۰ ر

**یعقوب کے خط عام کی تفسیر** - اس خط کی تفسیر دلپذیر از پادری ڈاکٹر آر بسن صاحب صفحہ ۱۱۸ - ۱۰ ر

**یتیموں کی کہانی** - کتاب کیا ہے ایک نہایت مزیدار اور پُر لطف کہانی ہے جسے ختم کئے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا - صفحہ ۴۴ - ۲ ر

**یسوع مسیح کا احوال** - مؤلفہ ہنری کار ٹیکر صاحب - پیدائش سے لیکر آسمان پر چلے جانے تک کے تمام واقعات - کتاب ضخیم مگر نہایت ارزاں ہے یعنی صفحہ ۱۹۷ قیمت ار کپڑا ۳ ر

**یسوع مسیح کی گرفتاری اور موت** - اس مضمون پر ڈاکٹر سٹاکر صاحب کی شہرۂ آفاق تصنیف - واقعات بالتفصیل درج کئے گئے ہیں - صفحہ ۳۰۸ - ۶ ر

**یسوع مسیح کی تعلیم** - اس کے اپنے الفاظ میں - قابل دید کتاب ہے - از لارڈ نارتھ بروک صاحب صفحہ ۱۰۷ کپڑا ۱ ار چرمی ۱۰ ر

**یوحنا ۳:۱۶** یوحنا کے تیسرے باب کی سولھویں آیت کا بیان ایک دلنشیں کہانی کی صورت میں - صفحہ ۱۲ ار - ۳ پائی -

**زبور بھجن وغزلیں** - از ڈاکٹر آر بسن صاحب - اس مجموعہ کو جماعتوں نے بہت پسند کیا ہے - صفحہ ۶۸ - قیمت ار

**زندہ مسیح اور اناجیل اربعہ مسیحیت کی** صداقت کے ثبوت اور بزرگوں کی اُس کی نسبت رائیں صفحہ ۲۳۲ ۱۰ ر کپڑا ۸ ر

محصولڈاک بذمہ خریدار - المشتہر -

**سکریٹری پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور**

## بیرنگ ہائی سکول ٹبالہ

یہ سکول عرصہ دراز سے مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے جاری ہے اور شہر سے تقریباً ایک میل باہر ایک پُر فضا اور صحت افزا مقام پر واقع ہے اس کے متعلق ہوادار بورڈنگ ہاؤس - خوشنما اور فراخ کھیل کا میدان - لڑکوں کے غسل کے لئے ایک خوش وضع تالاب اور عبادت کے لئے گرجا گھر - جماعتوں کے لئے موزوں اور کافی کمرے ہیں سکول کے ماسٹر صاحبان لائق اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں - چند لڑکوں کے داخل ہونے کی گنجایش ہے لہذا مطلع کیا جاتا ہے کہ داخل ہونے والے طلبا پتہ ذیل پر درخواستیں بھیجیں - المشتہر ا -

پرنسپل بیرنگ ہائی سکول ٹبالہ ضلع گورداسپور

## یونگ کرسچن ہائی سکول لودیانہ

یہ بورڈنگ مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے بہت عرصے سے جاری ہے

مشن بورڈ نے ابتدائی تعلیم کو اعلیٰ اور مکمل بنانے کی غرض سے یکم اپریل ۱۹۱۲ء سے حصہ لوئر پرائمری کی تین جماعتیں ایک امریکن خاتون کی زیر نگرانی کر دی ہیں - اس سے چھوٹے بچوں کی تعلیم کا انتظام بخوبی ہوگیا ہے -

خرچ فیس خوراک لوئر پرائمری میں فی طالب علم پانچ روپیہ اپر پرائمری سے ہائی تک سات روپیہ ماہوار ہے -

کلاس فیس سرکاری کا ۳/۱ ہے متفرق اخراجات کے لئے ڈیڑھ روپیہ ماہوار - کتابوں کی قیمت اور سٹیشنری اس کے علاوہ ہے -

اس سکول میں ہر قسم کا فرنیچر مثلاً میز کرسی الماری وغیرہ بھی تیار ہوتا ہے علاوہ ازیں جو کشا ماعہ سے بالا تک کرکو ڈل عہ سے عہ تک - مزید حالات پرنسپل صاحب سکول ہذا سے دریافت ہو سکتے ہیں

پادری ڈبلیو - جے کلارک صاحب ایم - اے مینیجر نور افشاں ایمپرس روڈ لاہور کے لئے پنجابی پریس لاہور میں باہتمام لالہ دیوان چند صاحب پروپرائٹر چھپا